شذرات

سورۃ الرعد کی سورت ہے اس کے مقطع کے ابجد کے حساب سے ۲۷۱ بنتے ہیں اس سے اگر ہجرت کے تیرہ سال نکال دیئے جائیں تو یہ ۲۵۸ھ نکلتا ہے ۲۵۹ھ میں یعقوب بن لیث (صفار) ایرانی نیشاپور میں ایرانی حکومت قائم کی اور اسے خلافت عباسیہ کے زور سے بغاوت کر کے قائم کیا اس کے بعد خلیفہ بغداد نے یعقوب ٹھٹھرا (صفار) کے بھائی کے ساتھ صلح کر کے خلافت بغداد کی قوت بھی اس کے سپرد کر دی ۔ غرض اسی سال عربی حکومت کے ضعف کی ابتداء اصلی معنوں میں شروع ہو گئی اس کے بعد جس قدر خلیفے گزرے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی قوت نہ تھی بلکہ تمام قوت عجمی وزراء کے ہاتھ میں تھی عباسیہ کے شروع دور سے لے کر عجمی وزراء بہت معتمد بنے رہے اور انھوں نے بہت عمدہ کام کیے مگر انھوں نے کبھی حد سے قدم بڑھایا ۔ خلفاء نے ان کا خاتمہ کر دیا ابو مسلم خراسانی اور فضل بن سہل کے واقعات ہمارے سامنے ہیں اس کا مطلب یہ ہے اصل خلافت خلفاء کے ہاتھ میں تھی ان کے عجمی وزراء ان کے بہترین معاون تھے مگر اب ۲۵۸ھ سے خلافت کی اصل قوت عجمی وزراء کے ہاتھ میں آ گئی اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ شاہ عالم نے ہندوستان میں کمپنی کو تمام اختیارات ۱۸۰۶ء میں دے دیے اور کمپنی تمام سیاہ و سفید کی مالک ہو گئی شاہ عالم برائے نام بادشاہ تھا اور اس میں وہ طاقت نہ تھی کہ وہ کمپنی کو برخواست کر سکے ۔

ہمارا تاریخی پہلو نہایت تاریکی میں ہے اس واسطے ضرورت ہے کہ ان دونوں تاریخی حصوں کو بہت وضاحت سے ممتاز کیا جائے آج کل یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان دوروں کو ملا کر دیکھا جائے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمان دور دراز زمانہ سے اس قدر کمزور چلے آتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ تاریخی فلسفہ ملا دیا جاتا ہے کہ یہ قوم دوبارہ اٹھ نہیں سکتی ایک نہایت لطیف دھوکہ اس میں ہے کہ ہم قومی طور پر اب ترقی نہیں کر سکتے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری قوم کا ایک طبقہ (امراء) برباد ہو چکا ہے مگر قومی طبقہ کے ایک

حصہ میں ابھی طاقت موجود ہے کہ اس سے دوبارہ قوم زندہ ہو سکتی ہے قوم کے تمام طبقے اس وقت برباد سمجھے جاتے ہیں جب قوم اپنے تمام طبقوں کو ختم کر بیٹھے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں ایک درجہ یہ ہے کہ آپ کے خاندان کے لوگ (قریش) کی ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں یعنی نبوت کے ساتھ حضرت یوسف کا خاندان منتظم درجہ رکھتا ہے اسی طرح آنحضرتؐ کے زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی کے لیے نبوت کا خاندان (قریش) معاون ہے۔ نبوت کی تاثیر کی طبعی طریقہ سے سوچنے کے لیے بہترین مثال پانی کی ہے جیسے پانی زمینوں کو سیراب کرتا ہے جس جگہ سے چشمہ نکلتا ہے پہلے قریب کی زمین سیراب ہوتی ہے یہ قدرتی درجہ طبعی بات ہے۔ اس طرح سے پہلے خاندان نبوت سیراب ہوتا ہے جس نبوت کے زمانہ کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے اس کی مثال دریا کی ہے کہ اس دریا سے نہریں نکلتی ہیں اور زمین سیراب ہوتی ہے اور اسی طرح دن بدن برکت ہوتی ہے۔ غرض زمینوں کے سیراب ہونے سے شہر آباد ہوتے ہیں اور اس طرح تمدن بڑھتا ہے نبوت کا چشمہ جو اب پھوٹا اس کا سرچشمہ کلمہ تھا۔ اس چشمہ کی پہلی وادی حجاز ہے اور یہ قریش کی سرداری کی زمین ہے قریش کی ہم چشم قومیں بھی قریش کی سرداری کو مانتے ہیں اس پر جامع یہ سورت ہے اس کے حصوں کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اور بھی ہیں جن میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے مگر مکمل اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ قریش کے خاندان میں ایک نبی پیدا ہوا وہ چاہتا ہے قریش آگے بڑھے مولانا حالی نے اپنے مسدس میں اس سورت (رعد) کو ایک شعر سے تعبیر کیا ہے وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت، ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی، فتح مکہ تک آنحضرتؐ کے مقابلہ پر قریش کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کی نبوت کا اثر دوسری قوموں میں ہوا۔ اور وہ قومیں اس بات کی منتظر تھیں کہ آنحضرت اور اس کی قوم آپس میں نبٹ لے کہ اگر قوم غالب آگئی تو خیر ورنہ تو ہم پھر نبٹ لیں گے۔ قریش کو صرف یہود و نصاریٰ مدد دے کر ابھارتے تھے۔ مگر وہ بھی صرف حجاز کے اور دوسری قوموں کے لوگ نہیں۔ اس کے بعد پہلے آیت ۱۹ تا ۲۶ کا مطالعہ کیجئے اس کے بعد ۱۷ تا ۱۸ پھر ۱۲ تا ۱۶ پھر ۸ تا ۱۱ اس کے بعد ۳ تا ۴، ۱، ۲، اور بعد میں ۵ تا ۷ تک کا مطالعہ کر کے دیکھئے مضمون صاف ہے۔

آیت نمبر ۱ تلک آیات الکتب یہ کتاب کی آیتیں ہیں یعنی اے رسول جو تیری طرف نازل کیا ہے

یہ ضروری ہے اس واسطے کہ انسانی سوسائٹی اس کی محتاج ہے ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون آج جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے وہ اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے کہ اس قرآن کی ضرورت ہے مگر ان کو ماننا چاہیئے اس واسطے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اگر نبوت کو نہ مانا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان خدا کے ملنے کا انکار کرے گا اور پھر کسی انسان کو انسان نہ سمجھے گا بلکہ غلام بنانے کی کوشش کرے گا اور وہ بات سے اپنے آپ کو غافل بنائے گا کہ انسانی سوسائٹی پر جب ظلم ہوگا تو اللہ ان سے مواخذہ کرے گا اس عقیدہ کو دماغ سے دور کرے گا۔

نمبر ۲۔ اللّٰہ الذی رفع السمٰوٰت (مسخر خاص قانون کا پابند کرنا) زمین و آسمان و نظام کا انسانوں کی ضرورتوں کے لیے ضروری ہے۔ اب اس سے اوپر کا نظام سوچنا چاہیئے جو ان دونوں زمین و آسمان کے نظام کو جمع کر دے۔ زمین و آسمان ایک نظام کے ماتحت چلتی ہیں اور انسانی ضرورتیں پوری کرنے میں مدد دیتی ہیں اس لیے عقل مانتی ہے کہ ان دونوں کے اوپر ایک طاقت ہے جو ان دونوں کے نظام کو سنبھالے رکھے۔ انسان دماغ اس سے زیادہ گرفت نہیں کرتا۔ اس تدبیر کا ایک منبع اور مخزن ہے عرش اس پر اللہ کی حکومت ہے۔ اس یقین کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہو رہا ہے، انسانوں کے فائدہ کے لیے ہے تو انسان اپنے آپ کو کسی چیز کا خدم نہیں بنا سکتا اور یہ سب چیزیں انسان کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اب کی آخری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے آگے عاجز مانے تو انسان کی طبعی ترقی کامل ہو جائے گی اگر اس نے خدا کے آگے جھکنا چھوڑ دیا ہے تو یہ انسان انسانی سوسائٹی کے لیے ایک مصیبت عظمیٰ بن جائے گا۔ اس واسطے انسان کو اس نقطہ سے ہٹنا نہ چاہیے کہ وہ دوسرے انسانوں کے مانند خدا کا بندہ ہے اور خدا کی قدرتیں انسان کے لیے کام کر رہی ہیں اگر کسی انسان کو ناجائز تکلیف دی جائے گی تو انسانوں کا مالک اس سے مواخذہ کرے گا۔

غرض اس یقین سے سوسائٹی اپنا ٹھیک حق خود ادا کرتی ہے اگر کسی انسانی جماعت میں اس یقین سے کمی آجائے اور اس کے اعمال اس قابل نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے تو اللہ ان کو ایک نبی تک پہنچا دیتا ہے جو ان کو بات سمجھا دیتا ہے۔